''میں'' کے بجائے ''ہم'' مطلوب ہے

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی

عربی زبان کا لفظ ''انا'' (جو اردو میں ''میں'' کے معنیٰ میں ہوتا ہے) بہت ہی معروف وکثیر الاستعمال لفظ ہے جو واحد متکلم کے لئے بولا جاتا ہے اور اسی سے انانیت کی اصطلاح بھی ماخوذ ومشتق ہے جو خود پسندی اور ذاتی مصلحت ومنفعت پرستی اور مادہ پرستی وغیرہ معانی کے لئے استعمال ہوتی ہے، اس کے بالمقابل دوسرا لفظ ''نحن'' (جو ''ہم'' کے معنیٰ میں آتا ہے) جو جمع متکلم کے لئے ہے اور انانیت کے مقابلہ میں ''نحنیت'' کی اصطلاح اس سے اخذ کی جاسکتی ہے جس کا اطلاق اجتماعیت، تعاون ملی، قومی منفعت کی ترجیح وغیرہ معانی پر ہو سکے۔

پسماندہ، اخلاق سے منحرف اور مائل بہ زوال اقوام پر انانیت کا احساس غالب رہتا ہے جب کہ ترقی یافتہ، با اخلاق، زندہ وسرگرم اقوام پر اجتماعی وقومی شعور اور قومی ترقی وبلندی کی فکر کا رجحان غالب رہتا ہے، جس طرح ہر انسان انانیت اور اجتماعیت دونوں طرح کے احساسات کا حامل رہتا ہے لیکن کچھ افراد پر انانیت کا احساس اس طرح سے غالب رہتا ہے کہ ان کی ہر نقل وحرکت اور قول وعمل کا اصل محور ومرکز اور دار ومدار خود پسندی وانانیت پر رہتا ہے اور دیگر کچھ افراد پر اجتماعی وقومی احساس کا غلبہ رہتا ہے اور وہ ہمیشہ قومی مفاد، عوامی فلاح وصلاح ہی کے لئے سرگرم عمل رہتے ہیں، جب کہ کچھ افراد کا معاملہ درمیانی ہوتا ہے، ان کی عملی سرگرمیوں میں انانیت اور اجتماعیت دونوں عناصر یکساں طور پر ملتے ہیں، یہی حال اقوام وامم کا بھی ہوتا ہے، کسی قوم پر انانیت اور کسی پر اجتماعیت غالب رہتی ہے جب کہ کچھ قومیں درمیانی معاملہ رکھتی ہیں۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ کچھ جگہوں پر ذاتی وانفرادی ملکیت کا خوب احترام ولحاظ ملتا ہے، مگر قومی وعوامی ملکیت کا برائے نام بھی احترام نہیں ملتا، سڑک اور روڈ پوری قوم کی ملکیت ہے، مگر بہت سے مقامات پر اسے ذاتی چیز سمجھ کر اس پر گندگیوں اور غلاظتوں کا انبار پھینک دیا جاتا ہے، یہ انانیت، خود پسندی کے غلبہ اور اجتماعی احساس کے فقدان کی ایک

معمولی مثال ہے، جب کہ دوسرے مقامات پر ایسا نہیں ہوتا، بلکہ سڑکوں کو قومی چیز سمجھ کر اس کی صفائی کا اہتمام ہوتا ہے اور اسے گندگی سے دور رکھنے کی فکر ہوتی ہے۔

شیخ محمد عبدہ کا یہ واقعہ ہے کہ ایک بار وہ سفر پر تھے، ان کے رفیق سفر نے راستے کے کسی درخت سے گلاب کا پھول توڑ لیا، یہ منظر دیکھ کر شیخ رونے لگے، سبب دریافت کیا گیا تو بتایا کہ میں نے ایک انگریز عورت کو دیکھا کہ دورانِ سفر اس کا چھوٹا بچہ راستہ سے گلاب توڑنے چلا تو اس نے بچے کو روکا اور سختی سے ڈانٹا اور یہ کہا کہ یہ پھول ہر مسافر کی ملکیت ہے، یہ تنہا تمہاری ملکیت نہیں ہے، اسے باقی رہنا چاہئے، تاکہ آج کے اور کل کے اور اس کے بعد کے مسافر اس کی خوشبو اور رونق سے لطف اندوز ہوسکیں، شیخ نے کہا کہ افسوس اور رونا اس کا ہے کہ ہم پر انانیت کا غلبہ ہے اور ہم اجتماعیت اور مفادِ عام کے احساس سے ناآشنا ہیں۔

انانیت پسندوں کی طرف سے نیک کاموں میں، غریب محتاج کے تعاون میں بھی انانیت وخود پسندی کا مظاہرہ ہوتا ہے، ان کی جیب سے پیسہ جب ہی نکلتا ہے جب فقیر بالکل جم اور چمٹ جائے اور واپسی پر کسی صورت آمادہ ہی نہ ہو اور پھر جب پیسہ نکل بھی جاتا ہے تو وہ اپنی انا کی تسکین اور ریاکاری کے مقصد سے سب کے سامنے برسرِ عام فقیر کے ہاتھ میں تکبر کے انداز میں دیتے ہیں، ان کی یہ ساری حرکتیں ان کی انانیت کا نتیجہ ہوتی ہے، جب کہ اجتماعیت کا احساس رکھنے والے افراد بڑی تواضع و ہمدردی کے ساتھ نوع انسانی کے ہر واقعی ضرورت مند کے لئے دل گیر ہوتے ہیں اور حسب المقدور تعاون کرتے کراتے ہیں اور مستقل کوشاں رہتے ہیں اور سب کچھ اپنا حق لازم سمجھ کر انجام دیتے ہیں، دوسروں کے دکھ درد میں شریک رہتے ہیں۔

اگر عالمی طور پر اقوام کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ انانیت پسند افراد بے پناہ ہیں اور اجتماعی شعور کے حاملین خال خال ہیں، بگاڑ کا عام ہونا اور صلاح وفلاح کا کمیاب ہونا اس کا واضح ثبوت ہے، ظالموں کا معصوموں و بے قصوروں کو نشانہ بنانا اسی وجہ سے ہے، موجودہ عالمی منظر نامے میں امریکا کا افغانستان کو تباہ کرنے کے بعد عراق پر حملہ آور ہونا اور پیٹرول کی دولت پر مکمل تسلط کے ارادے سے جنگ چھیڑنا اسی خود پسندی کی فکر کا واضح اور تازہ مظہر ہے اور عرب وغیر عرب ممالک کی امریکا کی خاموش تائید وحمایت اور عراق کی مدد وتعاون سے دریغ اور اس طرح حق کی مدد نہ کرکے باطل کی خاموش تائید اور اس کے سامنے سپر اندازی کا بھی اصل سبب اپنے اقتدار وذاتی مفادات کا تحفظ ہے جو خود پسندی کے سوا اور کچھ نہیں، فلسطین کے مظلوموں کے حق میں عملی اقدامات پر قدرت اور اتحادی گروہ کی تشکیل کے ذریعے اسرائیلی جارحیت کے سدباب کی استطاعت کے باوجود عرب حکمرانوں کا پس وپیش اور اپنے اقتدار میں مست و غرق رہنا بھی اپنے مفادات کی حفاظت اور قربانیوں ومشکلات کا تحمل کرنے کے جذبہ سے محرومی کی بنیاد پر ہے جو ان کی انانیت کی کھلی دلیل ہے۔

یوں تو ہر فرد بشر کے مزاج میں اجتماعی احساس انفرادی شعور پر غالب رہنا چاہئے کہ یہی انسانیت کی حقیقی روح ہے، لیکن اہل اسلام جو ابدی و سرمدی دین کے حامل اور علم بردار ہیں، ان کا یہ دینی و مذہبی، اخلاقی و عقلی فرض ہے کہ وہ سب سے آگے بڑھ کر اجتماعی احساس کو بیدار و غالب کریں، ان کے دل کی ہر دھڑکن اور دماغ کی ہر فکر اور جسم و اعضاء کی ہر نقل و حرکت اور ہر قول و عمل، بلکہ گفتار و رفتار سب اسی جذبہ سے سرشار ہو۔

ان کی روشن تاریخ کا ہر صفحہ اس جذبے سے سرشار افراد کی عملی سرگرمیوں سے بھرا ہوا ہے، پوری اسلامی تاریخ اجتماعی احساسات کے تحت اہل اسلام کی پیش کردہ قربانیوں سے منور ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے حد سے زیادہ سادہ زندگی صرف اسی لئے گزاری کہ آرام و راحت پہلے ان کی سب رعایا کو میسر آجائے، واقعہ مشہور ہے کہ ایک بار کھانا کھا رہے تھے، اسی دوران عتبہ بن ابی فرقد آئے، حضرت عمر کے کہنے پر عتبہ کھانے میں شریک ہوئے، کھانا اتنا موٹا تھا کہ عتبہ سے نگلا نہیں جا رہا تھا، انہوں نے عرض کیا، اے امیر المومنین! بہتر ہو کہ آپ چھنا ہوا آٹا استعمال کریں، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا سب مسلمانوں کو چھنا ہوا آٹا دستیاب ہے، عتبہ نے کہا نہیں، سب کو تو میسر نہیں ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمام لذتیں دنیا ہی میں حاصل کرلوں۔

یہ واقعہ ان کے ایثار، خوف آخرت، اجتماعیت کے احساس و شعور کا اور ذاتی مصلحت و منفعت کے حصول سے یکسر دوری اور بیزاری کا ثبوت ہے، حضرت عثمان نے قحط کے عالم میں دسیوں اونٹوں پر لدا ہوا غلہ جو بہت نفع کے ساتھ فروخت ہوسکتا تھا، مفت لوگوں میں تقسیم کردیا تھا، تمام صحابہ نے ہر موقعہ پر دوسروں کے ساتھ تعاون کیا، دوسروں کے نفع کو مقدم رکھا، دوسروں کے بھلے کے لئے اپنا ذاتی نقصان گوارا کیا، اسی وصف امتیازی کا ذکر قرآن نے کیا کہ ''ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ'' وہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود اپنی جگہ کتنے ہی محتاج کیوں نہ ہوں۔ (الحشر:9) یہ سب ان کے اجتماعی شعور کی دلیل ہے، صحابہ اور اسلاف امت کے ایثار و اجتماعیت کے شعور کے بے شمار نمونے تاریخ میں محفوظ اور لائق تقلید ہیں۔

اہل اسلام کو موجودہ حالات میں یہ حقیقت ذہن نشین کرنی ہوگی کہ جب تک انانیت کی جگہ اجتماعی شعور بیدار نہیں ہوگا، جب تک ایثار و قربانی کا جوہر نہیں پیدا ہوگا، جب تک ذاتی مادی اور حقیر مقاصد و مصالح سے دست بردار ہو کر قومی و ملی مصالح کو اولین اہمیت نہیں دی جائے گی، یوں ہی تباہی آتی رہے گی، اغیار ظلم کرتے رہیں گے، پسپائی اور دباؤ میں رہنا پڑے گا، یہ واقعہ ہے کہ حق کے مقدر میں سربلندی اور غلبہ ہے مگر یہ بھی ضروری ہے کہ حق پر ہونے کا دعویٰ کرنے والے مطلوب اوصاف کے حامل ہوں، اس وقت کامیابی کے لئے کلیدی اہمیت اس کی ہے کہ انانیت کی جگہ اجتماعیت و ایثار پیدا ہو اور ''میں'' کے بجائے ''ہم'' کی فکر عام ہو۔

☆.....☆.....☆